پیش لفظ

یہ کہنا اقبالؒ کی کسرنفسی تھی کہ ''اقبالؒ بھی اقبالؒ سے آگاہ نہیں ہے''۔ اقبالؒ اپنی زندگی اور شعر کی اصلیت سے اپنی شاعری کے ہر دور میں آگاہ رہے ہیں۔ ان کی شاعری میں فکری تسلسل کی تلاش کا منبع و سرچشمہ ان کے جذباتی، فکری اور وجدانی احساسات ہیں۔ انہوں نے ان کے حوالے سے توقیر آدمیت اور عظمت انسان کے تصورات کو بنیاد بنا کر اپنے کلام میں موجود احساسات و افکار کے تانے بانے بنے ہیں۔ علامہ محمد اقبالؒ جو کچھ لکھتے تھے اس کی داخلی اور خارجی نوعیت و ماہیت سے آگاہ ہو کر لکھتے تھے۔ اگر انہیں احساس ہو جاتا تھا کہ انہوں نے کسی بات پر غلط زور دیا ہے تو درست بات سمجھ آ جانے کے بعد وہ اس سے دستبردار ہونے کوئی پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلے حافظ شیرازی کے بارے ان کے پہلے موقف اور دوسرے موقف سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اقبالؒ کو اس حقیقت کا جلد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی بھی مسلم صوفی انسانی سماج سے دور ہو کر اپنے منصب سے انصاف نہیں کر سکتا۔ اس حوالے سے اس کا رہبانیت اور ترک دنیا کی جانب جانا قرین قیاس نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ نے، حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخشؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ اور اپنے زمانے کے کئی مسلم صوفیا کی فکری و عملی خدمات کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے۔

علامہ محمد اقبالؒ نے اگر اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا تھا تو انہیں معلوم تھا کہ ان کے مخاطب کون لوگ ہیں۔ وہ ہندوستان کے لوگوں کے علاوہ اپنے کلام کو براہ راست افغانستان، ایران، اور ترکستان کے لوگوں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ اسرار خودی کے انگریزی ترجمے نے ان کے خیالات کو ان کی زندگی ہی میں مغربی عوام تک پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے اپنے تصور انسان اور تصور معاشرت کی آفاقیت پر اپنے ابتدائی کلام میں جو زور دیا تھا وہ ان کے آخری دور کے کلام یں بھی اسی شدومد سے موجود ہے۔

اقبالؒ کی فارسی شاعری میں وسعت ہے۔ اس کا طرز اظہار و بیان ہمہ گیر ہے۔ اس شاعری میں ان کی فکر کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ سر عبدالقادر ''دیباچہ'' ''بانگ درا'' میں لکھتے ہیں ''فارسی میں اقبالؒ کے قلم سے تین کتابیں اس وقت تک نکلی ہیں ''اسرارِ خودی''، ''رموز بے خودی'' اور ''پیام مشرق'' ایک سے ایک بہتر۔'' ایسے ہی ''بانگ درا''، ''زبور عجم''، ''بال جبریل''، ''ضرب کلیم''، ''جاوید نامہ''، ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' اور ''ارمغان حجاز'' میں موجود تصورات بھی ایک سے ایک بہتر ہی کا پیغام دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے علامہ اقبالؒ کے ابتدائی خیالات و احساسات کس طور ایک فلسفے میں ڈھلے ہیں اور کیسے مشرقی علم الکلام کے عام تصورات ایک بلند پایہ مابعد الطبیعاتی نظام فکر میں منتقل ہوئے ہیں اس کا سراغ لگانا آسان کام نہیں ہے۔ ان کے

شعری تصورات کو اگر ان کی فکری کتابوں ''میٹا فزکس ان پرشیا'' اور ''ری کنسٹرکشن آف اسلامک تھاٹ'' کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا تو ان کے فکر کی بہت سی ارتقائی صورتوں کو سامنے لانے میں آسانی ہوگی۔

تحقیقی لائحہ عمل

اعلیٰ درجے کے تحقیقی مقالے جس تحقیقی احتیاط اور بصیرت کے متقاضی ہوا کرتے ہیں اس سے مانوسیت پی ایچ۔ڈی کے ایک عام طالب علم کے لیے جس حد تک ضروری ہے اس کے شدید احساس نے اولین سطح پر موضوع سے متعلقہ کتب کی فراہمی کی لگن دل میں پیدا کی اور یوں اقبالیات کے حوالے سے اہم کتب کا ذخیرہ میری ترجیحات میں شامل ہوا۔ چونکہ میرے مقالے کا منظور شدہ موضوع ''کلام اقبالؒ میں فکری تسلسل کی تلاش ہے'' اس لیے بنیادی ماخذ کے طور پر میں نے علامہ اقبالؒ کی تمام شعری تصنیفات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ ان کے عمومی طور پر تسلیم شدہ شعری ادوار بھی میرے پیش نظر رہے۔ ان ادوار کے تناظر میں ان کے فکر کی بلند و بالا عمارت کی بنیادوں تک رسائی بھی لازمی تھی کہ یوں اس امر کا سراغ لگانا ممکن ہوا کہ ایک عام شاعر کے مقابلے میں ایک فلسفی شاعر کس حد تک تسلسل فکر کے جوہر سے مالا مال ہوتا ہے۔ بانگ درا کی نظموں میں موجود خیالات کی بازگشت علامہ اقبالؒ کے دور آخر کے کلام میں بھی دیدنی ہے۔ انسان، فطرت اور کائنات کے بارے میں ان کے نظریات کے ارتقائی سلسلوں میں جس نوع کا تسلسل دستیاب ہے وہ اکثر شاعروں کی شاعری میں کمیاب ہے۔ یوں اس نتیجے کے نظری پہلوؤں پر غور کرنا بھی از بس ضروری ہوا۔ اس سیاق و سباق میں فلسفے اور شاعری کے باہمی تعلق پر لکھنے والے نقادوں اور نظریہ سازوں کی تلاش کا مرحلہ سامنے آیا اور یوں کالرج، ہیڈیگر اور سارتر کی نظری کتب کو کھنگالنے کا موقع ملا۔

ادب کے ایک عام طالب علم کی حیثیت سے مجھے مغربی ادبی تھیوری پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اس سے ''قاری اساس تنقید'' کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوا۔ علاوہ ازیں اس پس منظر اس نظریئے کو جاننے کا موقعہ بھی ملا کہ تخلیق فن کے بعد فنکار کو بنیادی اہمیت حاصل نہیں رہتی۔ علامہ اقبالؒ کی فکر سے گہرے طور پر متاثر ہونے کے ناتے محسوس ہوا کہ ان کے کلام کو اگر قاری کے سپرد کر دیا جائے گا تو بہت سی ایسی غلط فہمیاں جنم لیں گی کہ جن کا جواب دینے کے لیے اقبالؒ ہی کی ضرورت پڑے گی۔ اس سیاق و سباق میں یہ بھی کھلا کہ ہمارا قاری کتنا افلاطون ہی کیوں نہ ہو جائے کلام اقبالؒ کی روح اور ان کے فکر میں موجود تسلسل کی خوبی کو محض اور محض ان کے کلام ہی کے وسیلے سے سمجھا جا سکتا ہے لہٰذا اقبالؒ کی تخلیقات کو سمجھنے کے لیے ان کے خالق کو جب تک بنیادی اہمیت نہیں ملے گی، ان کے کلام کے وہ معنی برآمد کیے جاتے رہیں گے کہ جن میں اقبالؒ کی فکر کے علاوہ باقی سب کچھ موجود ہوگا۔ اسی لائحہ عمل کے مدنظر اس مقالے میں جو ثانوی ماخذ استعمال ہوئے ہیں وہ کلام اقبالؒ میں موجود نظری افکار کی تفہیم ہی متعلق ہیں۔

مذکورہ تحقیقی لائحہ عمل کی روشنی میں اس مقالے کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا باب تمہیدی معروضات پر مشتمل ہے۔موضوع کی مناسبت سے شاعری کے بارے میں عمومی تنقیدی آرا کے ساتھ علامہ اقبالؒ کے تصور شعر کی حد بندی بھی کی گئی ہے۔اس تناظر میں ان کی ابتدائی اور اواخر عمر کی شاعری میں فکر و فلسفہ کا بھرپور تسلسل دیکھنے کو ملا ہے۔

دوسرے باب میں اقبالؒ کی ابتدائی شاعری میں ان کے ان بنیادی تصورات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جن کا عکس ان کے وسطی اور آخری دور کی شاعری میں بدستور موجود رہا ہے ۔اس حوالے سے علامہ کے تصور فطرت، فلسفۂ محبت، عقل وخرد کے نظریئے، فقر، عشق، خودی و بے خودی اور انسان کے تصورات کا منظر نامہ مرکز توجہ رہا ہے۔

تیسرے باب میں کلام اقبالؒ کے ان تمام دیگر زاویوں کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ جو ان کے ذہن کے فکری پھیلاؤ کے غماز ہیں۔ان کے کلام کے یہ عمومی حوالے ان کے ملی، قومی اور بین الاقوامی شعور کے عکاس ہونے کے ناتے فرد، عصر اور انسانی حیات کے گوناگوں حوالوں سے مزین ہیں۔

چوتھا باب کلام اقبالؒ کے مذہبی فکری زاویوں کے حوالے سے قلمبند کیا گیا ہے اس میں ان کے قرآنی فکر کو بنیاد بنا کر ان تصورات کو سامنے لایا گیا ہے کہ جو دین اسلام کی عام آدمی سے تعلق کی حکایت کہتے ہیں۔علاوہ ازیں مسلمانوں کے اتحاد کے اصول کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور اس ضمن میں دین، ایمان، پیغمبر، کعبے اور کلمے کے ایک ہونے کا اتحاد بین المسلمین کی بنیاد ٹھہرایا گیا ہے۔

پانچویں باب میں کلام اقبالؒ کے فکری تسلسل کو اسلامی اور آفاقی انسانی اقدار کے پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس میں اس امر کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اسلامی اقدار از خود آفاقی اقدار ہیں اور مادیت کی روشنی میں سامنے آنے والی جدید فکری تحریکوں کی انسانی اور آفاقی اقدار زیادہ تر معروضی زندگی کو اہم جانتی ہیں۔یوں یہ اقدار یک طرفہ ہیں کہ ان میں انسان کی باطنی، داخلی اور وجدانی زندگی کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔علامہ کی شاعری میں مادی اور روحانی انسان کی ثنویت موجود نہیں ہے اس میں انسان کو باطنی یا روحانی اور خارجی یا مادی انسان کے الگ الگ خانوں میں منقسم نہیں کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں کلام اقبالؒ کا مجموعی جائزہ لیتے ہوئے علامہ اقبالؒ کے ان افکار و جذبات کے تسلسل کو پیش نظر رکھا گیا ہے جن کی بدولت اقبالؒ کی شاعری عظمتوں سے ہمکنار ہوئی ہے۔اس حوالے سے مرد مومن اور انسان کامل کو اقبالؒ کے فکری مطمح نظر کی بنیاد جانتے ہوئے ان کے کلام میں موجود، عشق، تصوف اور انسانی عزت نفس یا خودی کے خیالات کے تسلسل کو پرکھا گیا ہے۔علامہ اقبالؒ پر لکھی جانے والی مشہور کتابوں میں ان کی شاعری میں موجود آفاقیت کو بنیادی سمجھا گیا ہے۔علامہ کے کلام کا مطالعہ ان کے فلسفہ

خودی، تصور عشق، خیال انسان کامل، فکر سیاست، معیشت اور معاشرت کے فکری نظام سے آگہی بخشتا ہے۔ اس باب کے آخر میں محاکمہ درج ہے۔ اس میں علامہ اقبالؒ کے ان موضوعات کا اختصار سے تذکرہ ہے کہ جو ان کی شاعری میں تسلسل سے سامنے آئے ہیں۔

اس مقالے میں کوشش کی گئی ہے کہ علامہ اقبالؒ کے شاعرانہ افکار سے ابھرنے والے انسانی فرد اور سماج کے خاکے کو اجمالی طور پر سامنے لایا جاسکے۔ ان جیسے فلسفی، صوفی اور علمی انسان کے فکری، وجدانی اور تعقلاتی حوالوں کی وسعتوں کو ایک مقالے میں سمیٹنا ممکن نہیں تھا اس لیے کہیں ان کے اشعار کے وسیلے سے، کہیں کسی نکتہ فہم دانشور، صوفی یا فلسفی کے حوالے سے اور کہیں اپنی ناچیز فہم کی بنیاد پر ان کے کلام میں موجود اس فکری تسلسل کا سراغ لگانے کی جسارت کی ہے کہ جو ان کے ابتدائی تصورات سے لے کر دورِ آخر کے افکار تک قریباً چار دہائیوں پر محیط ہے۔

یہ کام کس حد تک موضوع کی حدود میں رہا ہے اس کا فیصلہ کرنا قدرے مشکل ہے۔ اس اعتراف کے ساتھ یہ مقالہ پیش خدمت ہے کہ اقبال فہمی آسان کام نہیں ہے۔ اس میں موجود کوتاہیوں کو ایک طالب علم کی کوتاہیاں سمجھ کر درگذر بھی کیا جاسکتا ہے کہ جو کام ذمے لیا تھا اس کو کوئی فلسفی، صوفی، اور عالم دانشور ہی پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔

اسے اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے کہ سابق صدر شعبہ اردو پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید نے بھی اقبالیات کے حوالے سے چند اہم ادبی کام کیے ہیں اور موجودہ صدر شعبہ اردو نے بھی ''حکمت اقبالؒ'' جیسی کتاب کے خالق معروف ماہر اقبالیات ڈاکٹر رفیع الدین کی ادبی و فکری خدمات پر عمدہ مقالہ سپردِ قلم کر کے جی سی یو سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اپنے اساتذہ کی حوصلہ افزائی سے ''کلام اقبالؒ میں فکری تسلسل کی تلاش'' جیسے موضوع پر تحقیق کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ ڈاکٹر سعادت سعید نے اقبالؒ کے فارسی کلام میں موجود فکر کے حوالے سے ہر ممکنہ رہنمائی کی۔ اقبالیات کے حوالے سے چھپنے والی منجملہ اہم کتب پیش نظر رہیں۔ اسی دوران میں ڈاکٹر الف۔ د نسیم کی اقبال فہمی سے ان کی شرحوں اور اہم کتاب ''اقبالؒ اور مسئلہ وحدۃ الوجود'' کے حوالوں سے شناسائی ہوئی۔

آخر میں شعبہ اردو کے تمام اساتذہ کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے ہمیشہ اپنی شفقتوں سے نوازا۔ پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید نے اپنے والد ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم سے اقبالیات کے سلسلے میں جو فیضان حاصل کیا ہے اس مقالے کی رہنمائی کے دوران ان کی گداز طبیعت کی جھلکیاں دیکھنے کو ملی ہیں۔ صدر شعبہ اردو کا خاص طور پر شکریہ کہ انہوں نے کئی سرکاری اور نجی معاملات میں مکمل تعاون کیا۔

محمد انور جمال